پیکرِ وفا، حضرت ابوالفضل العباسؑ

مولانا ذیشان حیدر زیدی عالم پوری، قم ایران

''وفاداری بشرطِ اُستواری اصل ایماں ہے۔''

کلمۂ وفا عموماً کسی خاص صفت کے لئے استعمال ہوتا ہے جس کا مفہوم ویسا جامع نہیں ہوتا ہے جیسا ہونا چاہئے۔ حالانکہ یہ صفت انسان کی جامع ترین صفت ہے۔

خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے:

یَاأَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْد۔

اے صاحبان ایمان اپنے عہد و پیمان پر وفا کرو گویا ''وفا'' پیمان نبھانے کا نام ہے۔ ''وفا'' درحقیقت علم و عمل کے اتحاد کا نام ہے۔ ظاہراً یہ خصوصیت مہم شمار نہیں کی جاتی جب کہ یہ وہ عظیم المرتبت اخلاقی درجہ ہے جس تک دوسرے اوصاف کا متصل ہونا ضروری ہوجاتا ہے۔ یہ ایک ایسا روحانی اور معنوی ''ملکہ'' ہے جو کسی بھی فرد کے حق کو کسی بھی اعتبار سے ضائع نہیں کرتا، اخلاق کے تمام اصول وضوابط اسی کے گرد چکر لگاتے ہیں۔ ''وفا'' انسان کی شخصیت میں بنیادی شے ہے جو تمام اخلاقیات کا اصل محور ہے۔ قرآن مجید کی صادقانہ تعبیر کے مطابق جتنے بھی پیمان باندھو سب میں وفا واجب ہے وفا کے بغیر اطاعت ناممکن ہے۔

نماز کی عرفانی تعبیر خدا سے وفاداری کا نام ہے۔

روزہ، خدا سے پیمان اخلاص پر وفا کرنے کا نام ہے۔

خمس وزکوٰۃ معاملات الٰہی میں وفاداری کا نام ہے۔

جہاد وغیرہ۔۔۔۔۔۔غرض کہ کوئی کام وفاداری کے بغیر نتیجہ بخش نہ ہوگا۔ تمام واجبات شرعیہ نیز بندگان خدا کے ساتھ باہمی ارتباط میں بھی وفاداری ہی مہم عنصر ہے۔ اگر انسان اپنی اس بات پر توجہ کرلے تو زندگی کا ہر پہلو خود بخود بے نظیر بن جائے گا۔ چنانچہ اپنے نفس سے وفا کا مطلب یہ ہے کہ جسم وروح کے خلاف کوئی حرکت انجام نہ دے۔

حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام نے ایسی ''وفا'' کو اپنی صفات کا محور قرار دیا ہے جس کی وجہ سے نبی یا امام نہ ہونے کے باوجود ایک بے مثال و بے نظیر شخصیت قرار پائے۔

لفظ ''وفا'' آپ کے اسم مبارک سے ایسا جڑا ہے کہ کسی کی بھی وفا کا ذکر ہو آپ کا چہرۂ انور نگاہوں میں سما جاتا ہے۔ آپ کی اس اعلیٰ صفت کے ذکر سے ہی آپ کی حیات طیبہ کے ہر عظیم رخ کو سمجھا جاسکتا ہے۔ جس کے ذکر سے آپ کی زندگی کی ہر خوبی کا ازخود تذکرہ ہوجاتا ہے۔

یقینا ایسی باکمال شخصیت کی تعریف کے لئے کسی باکمال ترین شخص کے قول زرّیں کو وسیلہ بنانا بہت ہی مناسب ہوگا۔

صادقؑ آل محمد علیہ السلام فرماتے ہیں:

''میرے چچا عباسؑ گہری اور پختہ بصیرت اور مضبوط تکیہ گاہِ ایمانی کے حامل تھے آپ نے اپنے بھائی امام حسینؑ کے ہمراہ جہاد فی سبیل اللہ انجام دیا اور اس امتحانِ عظیم میں سرفرازی

وسربلندی حاصل کر کے درجۂ شہادت پر فائز ہو گئے۔''

امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں:

خدا کے نزدیک اور روزِ قیامت جناب عباسؑ کی منزلت اس قدر زیادہ ہوگی کہ تمام شہداء آپ پر غبطہ کریں گے۔''

یقیناً آپ فضائل وکمالات کا ایک مجموعہ ہیں اور کیوں نہ ہوں آپ کی زندگی اتنی بافضیلت ہے کہ آپ نے آغوش عصمت وطہارت میں آنکھ کھولی۔ عصمت وطہارت کے سایہ میں پلتے رہے اور پروان چڑھتے رہے یہاں تک کہ آغوشِ امامت میں ہی آنکھ بند کی۔

والد بزرگوار کی آنکھوں کا تارا، قرۃ العین تھے۔ امام وولایت کے علاوہ اپنے پدرگرامی کی خوبیوں کا مظہر تھے۔ شجاعت وشہادت آپ کی روشن صفات ہیں۔

جنگ صفین میں جنگ کے موقع پر کبھی کبھی حضرت علیؑ اپنا لباس جناب عباسؑ سے تبدیل کرلیا کرتے تھے اپنا گھوڑا جناب عباسؑ کے حوالے کردیتے تھے تاکہ دشمن کو بتادیں کہ میرا فرزند کرار کا بیٹا بھی اپنے باپ کی طرح ڈٹ کر مقابلہ کرتا ہے اور آپ نے بھی اپنے پدرگرامی کی امید کو پورا کردکھایا اور دشمن ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس علمدار سے سہا سہا اور خوفزدہ ہوگیا۔

اپنے معصوم باپ کا مستحکم ایمان فرزند جب کربلا پہنچا تو شمر نے رشتہ داری کو وسیلہ بناتے ہوئے اپنے ناپاک عزائم کا اظہار کیا اور اپنے ساتھ بلانا چاہا تو آپ نے دندان شکن جواب دیتے ہوئے فرمایا:

تَبَّتْ یَدَاکَ وَلُعِنَ مَاجِئْتَنَابِہٖ۔

اے دشمن خدا تیرے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور لعنت ہو تیرے لائے ہوئے امان نامہ پر تو مجھے حکم دیتا ہے کہ اپنے بھائی اور آقا حسینؑ کا ساتھ چھوڑ دوں اور لعینوں کی اطاعت کرلوں۔

حضرت علیؑ نے آپ کو امام حسینؑ کے حوالے کیا تھا اور اپنا وارث قرار دیا تھا آپ اپنے بابا کی وصیت پر مکمل طریقہ سے باقی رہے اور زندگی کے آخری لمحہ تک ''وفا'' کے کرشمے دکھاتے رہے۔

جب شبِ عاشور امام حسینؑ اپنے اصحاب وانصار کو آزما رہے تھے اس وقت آپ کے باوفا اصحاب نے گردنوں پر تلوار رکھ لی تھی حضرت عباسؑ اپنے خیمہ میں اقرباء کو جنگ کی ترغیب دے رہے تھے۔

اپنے اجداد کے کردار اور اعلیٰ مراتب کا وارث کربلا میں نہ صرف آپ بنفس نفیس موجود تھے بلکہ اپنے تین بھائیوں کو بھی ساتھ لائے تھے اور انھیں جنگ کی ترغیب دلاتے تھے اور فرما رہے تھے کہ تم سب جنگ میں سبقت کرو۔''

جب آپ کو پانی لانے کی اجازت ملی تو نہر فرات تک پہنچ گئے اس وقت تو وفاداری کی انتہا ہوگئی تین دن کی تشنہ لبی، سامنے ٹھنڈا پانی موجیں مارتا ہوا، آپ چاہتے تو پیاس بجھا سکتے تھے لیکن نہایت تشنگی کے باوجود پانی سے منھ پھیر لیا زبان پر جملہ یہی تھا:

''وَاللہِ لَا اَذُوقُ الْمَاءَ وَسَیِّدِی الْحُسَیْنُ عَطْشَانًا۔''

''خدا کی قسم جب کہ میرا آقا حسینؑ پیاسا ہے میں پانی نہیں پی سکتا۔''

خدا سے عہد وپیمان کی وفا کے لئے تاریخی وہ رجز بھی

دلیل بن سکتا ہے جو آپ نے قتل گاہ میں پڑھا تھا۔ جب آپ کا داہنا بازو قلم ہو گیا تو آپ نے فرمایا:

وَاللّٰہِ اِنْ قَطَعْتُمْ یَمِیْنِی۔

خدا کی قسم اگر چہ تم نے میرے داہنے ہاتھ کو قطع کر دیا تب بھی میں اپنے دین سے دستبردار نہ ہوں گا۔ اور اپنے صادق یقین رکھنے والے امام اور یادگار پیغمبرؐ کی حمایت کرتا رہوں گا۔

جب آپ کا بایاں بازو قلم ہوا تو گویا ہوئے:

یَا نَفْسُ! لَاتَخْشَ مِنَ الْکُفَّار۔

اے نفس کافروں سے خوف نہ کھا، تجھے خدائے جبّار کی بشارت ہو، نبی اکرمؐ کے ساتھ انھوں نے تیغ ظلم سے میرا بایاں بازو قلم کر دیا۔ پروردگار! انھیں دوزخ کی آگ کا مزہ چکھائے۔

کربلا میں ظلم کی آندھیاں چلتی رہیں لیکن چہرۂ عباسؑ پر غبار تک نہ بیٹھا، آپ نے ایسے جاں گداز ماحول میں بھی اپنے آقا سے کوئی شکوہ نہ کیا، باوفا اصحاب اور اعزاء و اقارب کو خون میں غلطاں دیکھتے رہے، صدائے العطش جگر کو پاش پاش کرتی رہی۔ لیکن اطاعت امام میں سرخم تھا، یہاں تک کہ یہاں پر فقط اور فقط رضائے پروردگار اور امام حق کو مدنظر رکھے رہے۔

خلاصہ یہ کہ آپ وہ جامع شخصیت ہیں جہاں فضائل کے بے شمار ابواب کھلتے جاتے ہیں اور ایسی اعلیٰ شخصیت کہ دشمن بھی ناچار ہو کر آپ کی وفا کو سراہتا ہے۔

جب آپ کا پرچم دربار یزید میں پہنچا ہے تو کسی بھی جگہ سے سالم نہ تھا یزید نے پوچھا یہ پرچم کس کا ہے اور جنگ کے وقت کس کے ہاتھوں میں تھا تو جواب ملا یہ پرچم عباسؑ بن علیؑ کے ہاتھ میں تھا۔

یزید نے کہا:

''ایک بھائی کو اپنے بھائی سے اسی طرح وفا کرنی چاہئے جیسے عباسؑ نے کی ہے۔''

❁❁❁

بقیہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔قرآن اور حقائق و معارف

''وہ خداوند کے حضور میں بزرگ ہوگا اور ہرگز نہ مے اور نہ کوئی اور شراب پئے گا۔''

اس کے علاوہ عہد نامۂ قدیم اور عہد نامۂ جدید میں اور بھی متعدد آیات ہیں جن سے شراب کی حرمت ظاہر ہوتی ہے۔

یہ چند چھوٹی چھوٹی مثالیں ہیں ان رکیک، گمراہ کن اور باطل باتوں کی جو عہد نامۂ قدیم اور عہد نامۂ جدید میں پائی جاتی ہیں اور جن کا دلیل و بُرہان سے کوئی تعلق نہیں ہے اور جو عقل سلیم کے منافی ہیں۔ ہم نے ان کو قارئین کے سامنے اس لئے پیش کیا ہے کہ وہ ان پر غور کریں اور اپنی عقل و وجدان کے مطابق فیصلہ کریں کہ کیا یہ ممکن ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآنی تعلیمات اور مضامین، اس قسم کی خرافات سے اخذ کئے ہوں، جب کہ قرآنی تعلیمات کی بلندی، پاکیزگی اور پختگی اظہر من الشمس ہے۔ کیا ان کتابوں کو وحی آسمانی سے منسوب کیا جا سکتا ہے؟ جب کہ ان میں انبیاءؑ کے تقدس کو ان لغویات سے ملوث کیا گیا ہے جن میں سے چند ایک کا ہم نے بطور مشتے از خروارے تذکرہ کیا ہے۔

❁❁❁

(ان خرافات کی تفصیل کے ملاحظہ ہو: الہدیٰ الی دین المصطفیٰ والرحلۃ المدرسیہ، از شیخ بلاغی قدس سرّہٗ)